JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 02, January – Jun 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

سبب نزول کی عبارات کے صیغے؛علامہ الطیار کے استدلالات کا تجزیاتی مطالعہ

Phraseologies in Circumstances of Revelation; Analytical Study of Allama al-Tayyār's Inferences

Rabiya Zaheer*
M.Phil., Scholar,
Department of Arabic & Islamic Studies,
GC University Lahore.
Dr.Muhammad Farooq Haider**
Chairperson/Associate Professor,
Department of Arabic & Islamic Studies
GC University Lahore

ABSTRACT

One of the most important aspects of Circumstances of Revelation are the phraseologies that appeared in the traditions related to the aforementioned subject. In this regard, difference of opinions exists between the predecessors and the later ones. These phraseologies are used with respect to both perspectives i.e for narrating the explicit occasion of revelation and for exegetical purposes as well. Due to their vast and extensive implementation differences occurred in the exegetical interpretations and sometimes multiple occasion of revelation are quoted under the same verse. Although there is no source in this context that can be referred to as an authority in order to settle the disagreement but after having a detail analysis of the whole matter, it can be inferred that most of the traditions indicate the use of phraseology "Fa anzal Allah, Fanazalat" for explicitly narrating the cause of revelation whereas phraseology "Nazalat fi kaza, Unzilat fi kaza" is mostly used in terms of interpretation. These terminologies remained a constant subject of discussion in the books of Quranic sciences. This article aims at studying the findings of modern researcher Allama Musā'id al-Tayyār in this regard.

Keywords: *Al-Tayyār, Phraseologies, Circumstances of Revelation, Inferences, Nazalat fi kaza, Unzilat fi kaza*

CC BY

تمہید

نزول قرآن کا عمومی سبب بنی نوع انسان کی ہدایت ہے تاہم بعض ایسی آیات ہیں جن کے نزول کا سبب کوئی خاص واقعہ یا سوال ہوتا ہے وہ واقعہ یا سوال ان آیات کا سبب نزول کہلاتا ہے۔ قدیم وجدید اصولیین وماہرین علوم القرآن نے اسباب نزول کو ایک علم کی حیثیت سے موضوع بحث بنایا ہے۔ اس علم کے جملہ مباحث میں سے اہم ترین سبب نزول کے صیغے ہیں۔ علوم القرآن کے جدید محقق علامہ الطیار[1] نے اپنی کتاب المحرر فی علوم القرآن میں اس بحث سے خصوصی اعتناء کرتے ہوئے اپنے استدلالات پیش کئے ہیں۔

علامہ الطیار نے اسباب نزول کی روایات میں مستعمل صیغوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے متوسع اطلاقات کا مع امثلہ جائزہ لیا ہے۔ آپ کے نزدیک صریح اسباب نزول میں اصل یہ ہے کہ وہ دو جہات سے منقول ہو، اول وہ صیغہ جس کے ساتھ سبب نزول نقل کیا جاتا ہے اور دوم وہ واقعہ جو سبب نزول کے تحت ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ درست نہیں ہے کہ کسی ایسے صیغہ کے ساتھ سبب نزول بیان کیا جائے جو اصحاب النبی ﷺ اور طبقہ تابعینؒ و تبع تابعینؒ سے منقول نہ ہو۔[2]

علامہ الطیار کی رائے میں بعض معاصرین کو صیغہ کے بارے غلطی ہوئی چنانچہ اس حوالے سے آپ نے علامہ زرقانی کے اس موقف پر نقد کیا جو مناہل العرفان میں مذکور ہے:

> **تختلف عبارات القوم فی التعبیر عن سبب النزول، فتارة یصرح بلفظ السبب، فیقال: (سبب نزول الآیة کذا)، وهذه العبارة نص فی السببیة لا تحتمل غیرها.**[3]
>
> اسباب نزول بیان کرنے کے لیے مختلف الفاظ و تعبیرات اپنائے گئے ہیں۔ بعض اوقات لفظ سبب استعمال کرتے ہوئے یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں آیت کے نزول کا سبب یہ ہے۔ یہ عبارت سبب کے بیان کرنے میں نص ہے جس میں احتمال کی گنجائش نہیں ہے۔

مذکورہ بالا رائے پر نقد کرتے ہوئے علامہ الطیار کہتے ہیں:

> جس صیغہ کا تذکرہ کیا گیا، صحابہ کرامؓ، حضرات تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے منقول اسباب نزول کے آثار میں سے کسی بھی اثر میں اس معنی کا کوئی صیغہ نہیں پایا جاتا۔ یہ محض قائل کا گمان اور وہم ہے۔ درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے۔[4]

آپ کے نزدیک اسباب نزول کے مشہور صیغے وہ ہیں جو "**فاء سببیه**" کے بعد آتے ہیں جیسا کہ "**فنزلت، فانزل**" کی عبارت اور "**نزلت فی کذا، انزلت فی کذا**" کی عبارت۔[5] انہیں عبارات پر مؤلف نے مع امثلہ مفصل بحث کی ہے۔

(الف) "نزلت فی کذا" کی اصطلاح

مؤلف نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ سلف کے ہاں عبارات نزول کے اطلاق کے حوالے سے وسعت پائی جاتی تھی۔ جب وہ ان عبارات کا استعمال کرتے تو یہ ضروری نہیں کہ اس سے ان کی مراد سبب نزول کا بیان ہو بلکہ وہ اس کا اطلاق متنوع اعتبارات سے کرتے تھے۔ مثلاً کسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بھی متقدمین "**فانزل اللّٰه یانزلت فی کذا**" جیسی اصطلاحات استعمال کیا کرتے تھے۔

علامہ موصوف نے جو مسئلہ بیان کیا ہے اسباب نزول کی معرفت کے لیے اس کی تفہیم نہایت ضروری ہے۔ مسئلہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں اس حوالے سے مفصل اور مدلل بحث کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ (م ۱۷۶۲ء) نے اس بابت اصول تفسیر پر اپنی معروف تالیف "الفوز الکبیر" میں معرکۃ الآراء بحث کی ہے جس سے اس عقدہ کی مکمل توضیح ہو جاتی ہے۔

"کلام حضرات صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم کے استقراء سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا نزلت فی کذا (یہ آیت فلاں بارہ میں نازل ہوئی) کسی ایسے قصے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا، جو زمانہ نبوی میں واقع ہو کر نزول آیت کا سبب ہوا۔ ان کی عادت ہے کہ مصداق ہائے آہت میں سے کسی ایسے مصداق کو جس کا وجود زمانہ نبوی اور یا اس کے بعد ہوا ہو، ذکر کر کے نزلت فی کذا کہدیا کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر تمام قیود کے ساتھ منطبق ہونا کچھ ضروری نہیں ہے ہاں اصلی حکم میں انطباق چاہیے اور بس۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کوئی سوال پیش کیا، یا آپ کے زمانہ مبارک میں کوئی حادثہ واقع ہوا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم کسی آیت سے استنباط فرمایا اور اس آیت کو اس موقع پر تلاوت کیا ہو تو ایسے واقعات کو بھی بیان کرتے ہوئے وہ کہدیا کرتے ہیں نزلت فی کذا، ایسی خاص صورتوں میں کبھی **فانزل اللّٰه تعالیٰ قوله کذا** یا صرف **فنزلت** بھی استعمال کرتے ہیں ان کا یہ کہنا اس بات کا اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی آیت سے استنباط۔ اور آپ کے قلب مبارک میں اس وقت اس آیت کا القاء بھی وحی اور نفث فی الروع کی ایک قسم ہے۔ یہی وجہ ہے جو اس موقع پر لفظ فانزلت کا استعمال جائز ہے۔ اگر کوئی شخص تکرار نزول کے ساتھ اس کو تعبیر کرے یہ بھی ممکن ہے۔"[6]

مذکورہ بالا اقتباس سے اس امر کی صراحت ہو جاتی ہے کہ متقدمین کے نزدیک **نزلت هذه الآية فی کذا** اور اس قبیل کی دیگر اصطلاحات کس قدر وسعت کی حامل تھیں۔ صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کا یہ فرمانا کہ " **نزلت هذه الآية فی کذا**" اس امر پر دال نہیں کہ ان کا مقصود سبب نزول کا بیان ہی ہو۔

> "محدثین آیات قرآنی کے ذیل میں ایسی بہت اشیاء ذکر کر جاتے ہیں، جو فی الحقیقۃ اسباب نزول میں داخل نہیں ہوتیں مثلاً صحابہ کا اپنے باہمی مناظرات میں کسی آیت استشہاد کرنا یا آیت سے تمثیل دینا۔ یا اپنے کلام کے استشہاد میں حضور ﷺ کا کسی آیت کو تلاوت فرمانا، اور محدثین کا کسی ایسی حدیث کا روایت کرنا جس کو آیت کے ساتھ اس کی غرض یا موقع نزول یا اسماء مذکورہ فی الآیت کے مبہم کی تعین میں موافقت حاصل ہو۔"[7]

زیر بحث مسئلہ کے بارے علامہ زرکشی (م۷۹۴ھ) کی تعبیر بھی بہت عمدہ ہے۔ آپ نے نہایت جامع انداز میں اصطلاح "**نزلت هذه الآية فی کذا**" کی وضاحت فرمائی ہے جس کے مطابق صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کی عادت سے متشرح ہوتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی کہتا "**نزلت هذه الآية فی کذا**" تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ آیت اس حکم کو شامل ہے۔ یہ نہیں کہ یہ آیت کے نزول کا سبب ہے۔ ان کا یہ کہنا اصل میں آیت کے ساتھ حکم پر استدلال کرنا ہے نہ کہ سبب نزول کا واقعہ نقل کرنا۔ آپ لکھتے ہیں:

> **"وقد عرف من عادة الصحابة والتابعين ان احدهم اذا قال نزلت هذه الآية فی کذا فانه يريد بذلک ان هذه الاية تتضمن هذا الحكم؛ لا ان هذا كان السبب فی نزولها--- فهو من جنس الاستدلال على الحكم بالاية؛ لا من جنس النقل لما وقع۔"**[8]

عبارات نزول میں پائی جانے والی اسی وسعت کا نتیجہ ہے کہ اکثر اوقات ایک آیت کے تحت متعدد اسباب نزول نقل کر دیے جاتے ہیں جس کے باعث اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں حل اختلاف کے بارے شاہ ولی اللہ کی رائے درج ذیل ہے:

"اس فقیر کے نزدیک یہ محقق ہوا ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکثر فرماتے ہیں کہ یہ آیت فلاں فلاں حادثہ میں نازل ہوئی، مگر ان کا مقصود صرف آیت کے افراد و مصداق کی تصویر اور بعض ایسے مخصوص حادثات کا ذکر مقصود ہوتا ہے جن کو آیت اپنے عموم حکم کی وجہ سے شامل ہے اس سے عام ہے کہ وہ واقعہ جس کو انھوں نے سبب نزول کہا ہے

نزول آیت سے مقدم ہو یا مؤخر اسرائیلی ہو یا جاہلی یا اسلامی ۔ آیت کے تمام قیود کو حاوی ہو یا بعض کو واللہ اعلم۔ ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی اس سبب نزول میں کچھ دخل ہے، اور اسباب نزول میں متعدد قصوں کے ذکر کی گنجائش ہے جس شخص کو یہ نکتہ محفوظ ہو تو ظاہر ہے کہ مختلف اسباب نزول کا حل ادنی تامل اور تھوڑی توجہ سے کر سکتا ہے۔"[9]

(ب) صیغہ: "فانزل اللّٰہ، فنزلت"

صیغہ "**فانزل اللّٰہ** "اور "**فنزلت**" کے بارے علامہ الطیار کی رائے یہ ہے کہ اس کا ادخال صریح سبب نزول کے ضمن میں غالب ہے۔ یعنی یہ عبارت زیادہ تر حقیقی سبب نزول کے بیان میں ہی وارد ہوئی ہے۔[10] علامہ کی اس رائے کی تائید اس بارے دیگر محققین علوم القرآن کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابو شہبہ لکھتے ہیں:

> **یذکر الراوی سؤالا اوحادثة ثم یقول: فانزل اللّٰہ کذا، فهذه نص ایضا۔ وقد لا یصرح بالانزال ولکن یفهم من فحوی القصة ان هذه الایات او الایة نزلت بسبب هذا السؤال او الحادثة۔**[11]
>
> راوی اگر کسی سوال یا واقعہ کو بیان کر کے کہے **فانزل اللّٰہ کذا** تو یہ بھی (سبب کو بیان کرنے میں) نص ہے۔ چاہے کبھی انزل کی صراحت نہ بھی کرے کیونکہ قصہ کے مضمون اور مقصد سے ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان آیات یا آیت کے نزول کا سبب یہی سوال اور واقعہ ہی ہے۔

روایات و آثار کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقی سبب نزول کے بیان میں فانزل اللہ کی عبارت کا استعمال بکثرت ہے اگرچہ اس کا اطلاق غیر سبب نزول پر بھی کیا گیا۔ علامہ الطیار نے اس ضمن میں دونوں اعتبارات سے مثالیں پیش کی ہیں۔

(i) صریح سبب نزول کی مثال 1

صریح سبب نزول کے بیان میں "**فانزل اللّٰہ**" کے صیغہ کے استعمال کی مثال میں مؤلف نے تحویل قبلہ سے متعلق صحیح بخاری کی روایت کو پیش کیا ہے۔

> **"حدثناابو نعیم سمع زهیرا عن ابی اسحاق عن البراء رضی اللّٰہ عنه ان رسول اللّٰہ ﷺ صلی الی بیت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا وکان یعجبه ان تکون قبلة قبل البیت وانه صلی او صلاها صلاة العصر و صلی معه قوم فخرج رجل ممن کان صلی معه فمر علی اهل المسجد وهم راکعون، قال: اشهد باللّٰہ لقد صلیت مع النبی ﷺ قبل مکة فداروا کما هو قبل البیت وکان الذی**

مات على القبلة قبل ان تحول قبل البيت رجال قتلوا لم ندر ما نقول فيهم، فانزل اللّٰه: "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ ۔"[12]،[13]

لہذا اس روایت میں "**فانزل اللّٰه**" سبب نزول کی صراحت پر دلالت کرتا ہے۔

(ii) تفسیر کی مثال

صیغہ فانزل اللہ کے تفسیری قول میں مستعمل ہونے کی مثال علامہ موصوف نے اس روایت سے دی ہے جس کو طبری نے آیت **(وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ)** [14] کے تحت نقل کیا ہے۔ ابن ابی کنود سے بطریق ابن مسعودؓ منقول ہے: "**وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ** پر یہودیوں نے کہا: **حنطة حمراء فيها شعيرة** یعنی گندم طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی **(فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ)**"[15]

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں "**فانزل اللّٰه**" سے مراد سبب نزول نہیں ہے۔ یہ کسی طرح بھی درست نہیں کہ اس روایت میں یہ عبارت صریح سبب نزول کے لیے استعمال کی گئی ہو۔[16] آپ اپنے موقف میں حق بجانب ہیں اس لیے کہ یہ واقعہ نزول قرآن سے کئی صدیاں قبل کا ہے جبکہ بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل ہوا کہ وہ ایک شہر میں جس کے تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ کون سا شہر تھا،[17] میں مغفرت طلب کرتے یعنی "حِطَّةٌ "کہتے ہوئے داخل ہوں مگر انہوں نے اس قول کو "**حنطة**" سے بدل دیا جس کی مذمت "**فبدل الذين ظلموا**" الآیۃ کے تحت کی گئی۔

(ج) صیغہ: نزلت فی کذا، انزلت فی کذا

علامہ الطیار کے مطابق نزلت فی کذا اور انزلت فی کذا کی عبارت زیادہ تر تفسیر کے ضمن میں مستعمل ہے۔ اور حقیقی سبب نزول کے بیان میں یہ کم مستعمل ہے، بہ نسبت عبارت "**فانزل اللّٰه**" کے جو کہ زیادہ تر سبب نزول کے ضمن میں ہی وارد ہوئی ہے۔[18]

علامہ موصوف کا موقف ابو شہبہ کی درج ذیل عبارت سے مزید واضح ہو جاتا ہے:

> **قولهم نزلت هذه الاية فى كذا، وهذه العبارة ليست نصا فى السببية؛ بل تحتمل السببية و تحتمل بيان المعنى وما تضمنته الآية من الاحكام والقرائن هى التى تعين احد هذين الاحتمالين اوترجحه۔**[19]

ان کا قول نزلت هذه الاية فی کذا، یہ عبارت سبب کے بیان میں نص نہیں ہے۔ اس میں دونوں باتوں کا احتمال موجود ہے یعنی سبب کا بھی اور محض معانی کے بیان کا بھی، جس میں آیت کسی حکم پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس صورت میں قرائن سے کسی ایک احتمال کا تعین ہوتا ہے یا پھر ایک کو ترجیح دی جاتی ہے۔

صریح سبب نزول کی مثال

مؤلف نے سبب نزول کے بیان میں نزلت فی کذا کے استعمال کی درج ذیل مثالیں نقل کی ہیں:

ا۔ "حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ علاوہ حمس کے تمام باقی لوگ دور جاھلیت میں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے۔ قریش اور ران کی آل کو حمس کہا جاتا تھا۔ وہ لوگوں کو کپڑے دیتے قریش کے مرد دیگر مردوں کو تاکہ وہ بالباس طواف کریں اور قریش کی خواتین دوسری عورتوں کو تاکہ وہ بھی بالباس طواف کریں۔ اور جن کو قریش کی طرف سے کپڑا نہیں ملتا تھا وہ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے۔ دیگر تمام لوگ تو عرفات سے لوٹتے جبکہ قریش مزدلفہ ہی سے واپس ہوتے۔ حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عائشہؓ سے مجھے خبر دی کہ آیت ہذا حمس کے متعلق نازل ہوئی "ثم افیضوا من حیث افاض الناس" (پھر پلٹو وہاں سے جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں)۔ انہوں نے فرمایا کہ قریش چونکہ مزدلفہ سے لوٹ آتے لہذا انہیں عرفات سے واپسی کا حکم ہوا۔"[20]

اس روایت میں سبب کے بیان کے لیے جو عبارت استعمال ہوئی وہ یہ ہے: "هذه الآية نزلت فی الحمس"۔

۲۔وفی قوله تعالیٰ: "فمن کان منکم مریضا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک"۔عن عبداللّٰه بن معقل قال: جلست الی کعب بن عجرة رضی اللّٰه عنه فسألته عن الفدیة، فقال: نزلت فی خاصة، وهی لکم عامة؛ حملت الی رسول اللّٰه ﷺ والقمل یتناثر علی وجهی فقال: "ما کنت اری الوجع بلغ بک ما أری، او ما کنت اری الجهد بلغ بک ما اری؛ تجد شاة: فقلت: لا ۔ فقال: "فصم ثلاثة ایام، او اطعم ستة مساکین لکل مسکین نصف صاع"۔[21]

لہذا نزلت فی خاصة، وهی لکم عامة کے الفاظ سبب نزول کی صراحت کو بیان کر رہے ہیں۔

تفسیر کی مثال

تفسیر کے بیان میں صیغہ نزلت فی کذا کے استعمال کی مؤلف نے درج ذیل امثلہ پیش کی ہیں:

ا۔عن براء بن عازب رضی اللّٰه عنه فی قوله تعالیٰ: "یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِیْ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِیْ الاٰخِرَةِ " قال: نزلت فی عذاب القبر۔[22]،[23]

۲۔عن عائشة في قوله عزوجل "و ان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا قالت نزلت في المرأة تكون عند الرجل فلعله أن لا يستكثر منها و تكون لها صحبة وولد فتكره أن يفارقها فتقول له أنت في حل من شأني" [24]

د)سبب نزول میں وارد قول صحابیؓ بطور مسند روایت یا تفسیری قول

سبب نزول کی پہچان کا واحد ذریعہ روایات و آثار ہیں جب کہ ان کی استنادی حیثیت میں کوئی کلام نہ ہو۔ واحدی (م ۴۲۸ھ) لکھتے ہیں:**ولا يحل القول فی اسباب النزول الكتاب الا بالرواية والسماع ممن شاہد التنزيل ووقف على السبب۔** [25] آپ ﷺ کے اصحاب نزول قرآن کے عینی شاہد تھے۔ ان کو اس بات کا مکمل ادراک تھا کہ کون سی آیت کب، کہاں اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

> ''قسم ہے اللہ کی، کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی۔''[26]

یہی وجہ ہے کہ اسباب نزول سے متعلق صحابیؓ کی روایت کو مسند [27] کا درجہ دیا گیا ہے۔ مشہور محدث امام حاکم (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:**فان الصحابی الذی شهد الوحی والتنزيل فاخبر عن آية من القرآن انها نزلت فی كذا و كذا فانه حديث مسند۔** [28] صحابیؓ جو کہ وحی اور نزول کے عینی شاہد تھے، جب وہ قرآن کی کسی آیت کے متعلق خبر دیں کہ یہ اس اور اس بارے میں نازل ہوئی تو بے شک یہ قول بمنزلہ حدیث مسند ہے۔

علماء کا اس بارے اختلاف ہوا ہے کہ صحابیؓ سے وارد ہونے والی روایت میں اگر ایسا صیغہ استعمال ہو جو کہ صریح سبب نزول پر دلالت نہیں کرتا (جیسا کہ نزلت فی کذا) تو اس کا شمار حدیث مسند میں ہو گا یا اس کا تعلق تفسیر سے ہو گا۔

علامہ الطیار نے صیغہ ''**نزلت فی كذا**'' سے بحث کرتے ہوئے اس اختلاف کا تذکرہ کیا ہے اور اس ضمن میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کا قول نقل کیا ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

> **وقد تنازع العلماء فی قول الصاحب: نزلت هذه الآية فی كذا؛ هل يجری مجری المسند؛ كما يذكر سبب الذی انزلت لاجله، او يجری مجری التفسير منه الذی ليس بمسند؟ فالبخاری يدخله فی المسند، وغيره لا يدخله فی المسند، واكثر**

المساند على هذا الاصطلاح، كمسند احمد وغيره، بخلاف ما اذا ذكر سببا نزلت عقبه، فانهم كلهم يدخلون مثل هذا فى المسند۔[29]

"علماء کا اختلاف ہے کہ جب صحابیؓ فرمائیں "**نزلت هذه الآية فى كذا**" کہ یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی تو یہ قول مسند حدیث قرار دیا جائے گا، جیسا کہ سبب کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے آیت نازل ہوئی، یا محض تفسیر جو کہ مسند شمار نہیں کی جاتی؟ امام بخاری نے ایسے قول کو حدیث مسند قرار دیا ہے مگر دیگر محدثین نے اس کو مسند شمار نہیں کیا۔ اکثر کتب مسانید مثلاً مسند احمد وغیرہ اسی اصطلاح کے مطابق ہیں، بخلاف اس کے کہ جب صحابیؓ سبب بیان کر کے فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی ہے، تو ایسے قول کو تمام محدثین مسند ہی شمار کرتے ہیں۔"

مذکورہ بالا قول کو نقل کرنے کے بعد مؤلف نے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قول صحابیؓ کے بارے اختلاف تب ہے جبکہ روایت میں **نزلت فى كذا** کا صیغہ وارد ہوا ہو، بعض محدثین نے اس قول کو مسند شمار کیا جیسا کہ امام بخاری اور بعض نے اس کو تفسیر میں داخل کیا۔ اس لیے کہ اس صیغہ سے وارد ہونے والی زیادہ تر روایات ایسی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابیؓ کا مقصود سبب کا بیان نہیں تھا بلکہ یہ بتانا تھا کہ پیش آمدہ صورتحال بھی فلاں آیت کے معنی اور حکم کے تحت داخل ہوتی ہے۔ جہاں تک **فانزل اللّٰه یافنزلت** کے صیغہ کا تعلق ہے تو ایسی صورت میں کوئی اختلاف نہیں اور قول صحابیؓ مرفوع (مسند) حدیث کے قائم مقام ہی ہوگا اس لیے کہ اس صیغہ کے ساتھ وہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں پیش آیا اور نزول قرآن کا سبب بنا۔[30]

زیر بحث مسئلہ سے متعلق حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) کی بھی اسی سے ملتی جلتی رائے ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ما قيل من ان تفسير الصحابى حديث مسند فانما ذلک فى تفيسر يتعلق بسبب نزول آية يخبر به الصحابى او نحو ذلک۔ كقول جابر رضى اللّٰه عنه: كانت اليهود تقول من اتى امراته من دبرها فى قبلها جاء الولد احول، فانزل اللّٰه عزوجل "نساؤكم حرث لكم" الآية فاما سائر تفاسير الصحابة التى لا تشتمل على اضافة شئ الى رسول اللّٰه ﷺ فمعدود فى الموقوفات۔[31]

"یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ صحابیؓ کی تفسیر حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے یہ علی الطلاق نہیں ہے بلکہ اس تفسیر کے بارے میں ہے جس کا تعلق کسی آیت کے سبب نزول کے ساتھ ہو۔ یا کسی ایسی بات کے سلسلے

میں جو نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور سے اخذ نہیں کی جا سکتی اور اس میں انسانی عقل کا کوئی دخل نہ ہو مثلاً حضرت جابرؓ کا یہ قول کہ یہودی کہا کرتے تھے جو شخص دبر سے مجامعت کرتا ہے اس کے یہاں بھینگا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی "**نساؤکم حرث لکم**" (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں)۔ جہاں تک صحابہ کرامؓ کے دیگر تفسیری اقوال کا تعلق ہے جن کو آنحضور ﷺ کی جانب منسوب نہ کیا گیا ہو ان کو موقوف ہی قرار دیا جائے گا مرفوع نہیں۔"

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اگر صحابیؓ کی روایت میں سبب نزول کی صراحت ہو جائے تو تمام محدثین کے نزدیک وہ مسند ہو گی اور اگر روایت ایسے صیغہ سے مروی ہو جو سبب کو بیان کرنے میں نص نہیں ہے تو بعض کی رائے میں وہ مسند ہی ہو گی جب کہ بعض کے مطابق اس کا شمار مسند میں نہیں ہو گا اور وہ موقوف قرار دی جائے گی اس لیے کہ اس میں دونوں باتوں کا احتمال موجود ہے یعنی سبب کا بھی اور معانی کے بیان کا بھی، جس میں آیت کسی حکم پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں روایت کا تعلق تفسیر کی قبیل سے ہو گا۔

نتائج بحث

۱۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے منقول اسباب نزول کی روایات میں "**سبب نزول الآیة**" کا صیغہ وارد نہیں ہوا۔

۲۔ اسباب نزول کے مشہور صیغوں میں وہ عبارات شامل ہیں جو کہ "**فاء سببیه**" کے بعد آتی ہیں جیسے "**فنزلت ، فانزل**" اور "**نزلت فی کذا، انزلت فی کذا**"۔

۳۔ روایت میں کلمہ نزول کا وارد ہونا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ مقصود سبب نزول کا بیان ہے مگر یہ اصل نہیں ہے یعنی روایت میں اس کا وارد ہونا صریح سبب نزول پر دلالت نہیں کرتا۔

۴۔ **صیغه فانزل اللّٰه** اور **فنزلت** اکثر روایات میں صریح سبب نزول کے بیان میں وارد ہوئے ہیں۔

۵۔ **صیغه نزلت فی کذا** اور **انزلت فی کذا** زیادہ تر تفسیر کے بیان میں مستعمل ہیں۔

۶۔ اسباب نزول سے متعلق قول صحابیؓ میں **فنزلت یا فانزل اللّٰه** کا صیغہ استعمال ہوا ہو تو وہ مرفوع کی قبیل سے ہو گا۔ جہاں تک صیغہ **نزلت فی کذا** کا تعلق ہے تو بعض کے نزدیک وہ بھی حکماً مرفوع ہو گا جبکہ بعض کے مطابق وہ تفسیری قول شمار ہو گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] - علامہ الطیار کا پورا نام مساعد بن سلیمان بن ناصر الطیار ہے۔ آپ ۱۹۶۵ء میں ریاض میں پیدا ہوئے۔ آپ جامعۃ الملک سعود ریاض میں بطور پروفیسر تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی خصوصی دلچسپی کا میدان علوم القرآن و اصول تفسیر ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالہ برائے ایم فل: المحرر فی علوم القرآن از علامہ الطیار کا تجزیاتی مطالعہ، مقالہ نگار: ربیعہ ظہیر، مقالہ نگران، محمد فاروق حیدر، سیشن 22-2020، جی سی یونیورسٹی لاہور)

Allama al-Ṭayyār's full name is Musā'id b. Sulaimān b. Nāṣir al-Ṭayyār. He was born in 1965 in Riyad. He is serving as a Professor at Jami'ah al-Malik Sa'ūd, Riyad. His area of interest is Quranic Sciences and Principles of Tafsir. (For details, see: M.Phil. thesis: "Analytical Study of al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān by Allama al-Ṭayyār", written by Rabiya Zaheer, Supervisor: Dr. Muhammad Farooq Haider, Session: 2020-22, GCU, Lahore.

[2] - المحرر فی علوم القرآن، ص۱۲۸

Al-Ṭayyār, Musā'id b. Sulaimān, *Al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān*, (Jeddah: Dār al-Waqf Aḍwā' al-Shāṭbiyyah lil Nashar, 2021), P. 128

[3] - رزقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، بیروت، دار الاحیاو التراث العربی، ۲۰۰۲، ۱:۹۲

Zarqānī, Muhammad Abdul 'Aẓīm, *Manāhil al-'Irfān fī 'Ulūm al-Qur'ān*, (Beirūt: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 2002), 1:92

[4] - المحرر فی علوم القرآن، ص۱۲۸

Al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān, P. 128

[5] -ایضاً

Ibid

[6] - شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مترجم: مولانا رشید احمد، لاہور، ادارہ اسلامیات لاہور، ص۳۸

Shah Waliullah, *Al-Fauz al-Kabīr fī Uṣūl al-Tafsir*, *Translated by: Rashid Ahmad*, (Lahore: Idāra Islāmiyāt, 1986), P. 38

[7] -ایضا، الفوز الکبیر، ص۳۹

Ibid., P. 39

[8] -زرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراہیم، القاہرۃ: مکتبۃ دار التراث، ۱:۳۱

Zarkashī, Badaruddīn, *Al-Burhān fī 'Ulūm al-Qur'ān*, (Cairo: Maktaba Dār al-Turāth, n.d.), 1:31

[9] -الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص۷۷

Al-Fauz al-Kabīr *fī Uṣūl al-Tafsir*, P. 77

[10] -المحرر فی علوم القرآن، ص۱۶۹

Al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān, P. 113

[11] -ابوشہبہ، المدخل لدراسۃ القرآن الکریم، ریاض، دارالنشر والتوزیع، ۱۹۸۷، ص ۱۴۳

Abū Shahbah, *Al-Madkhal li-Dirāsāt al-Quran al-Karīm*, (Riyad: Dār al-Wā' lil-Nashar wal-Tauzī', 1987), P. 143

[12] -البقرہ ۲:۱۴۳

Al-Baqarah, 2: 143

[13] - صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب سیقول السفهاء من الناس، رقم الحدیث ۴۴۸۶

Bukhārī, Muhammad b. Ismā'īl, *Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Book: Commentary on the Quran, Chapter: The statement of Allah "The fools among the people will say what has turned them from their Qiblah direction…", No. 4486

[14] -البقرۃ ۲:۵۸

Al-Baqarah, 2: 58

[15] -الطبری، ابن جریر، جامع البیان عن التاویل ایالقرآن، بیروت، دارالجر، س۔ن، ۲:۱۱۳

Al-Ṭabarī, Ibn Jarīr, *Jāmi' al-Bayān 'an Tāwīl Āya al-Qur'ān*, (Beirūt: Dār Ḥijr, n.d.), 2: 113

[16] -المحرر فی علوم القرآن، ص ۱۲۹

Al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān, P. 129

[17] -مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ۱:۷۲

Maudūdī, Abul A'lā, *Tafhīm al-Quran*, (Lahore: Idāra Tarjumān al-Quran, 2002), 1:72

[18] -المحرر فی علوم القرآن، ص ۱۲۹

Al-Muḥarrar fī 'Ulūm al-Qur'ān, P. 129

[19] -المدخل لدراسۃ القرآن الکریم، ص ۱۴۳

Al-Madkhal li-Dirāsāt al-Quran al-Karīm, P. 143

[20] - صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ، رقم الحدیث ۱۶۶۵

Bukhārī, *Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Book: The book of Pilgrimage, Chapter: The staying at 'Arafāt, No. 1565

[21] - صحیح بخاری، کتاب المحصر، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع، رقم الحدیث ۱۸۱۶

Ibid., Book: The Book of Pilgrims prevented from completing the pilgrimage, Chapter: The fidyah for a missed or wrongly practiced religious ceremony, No. 1816

[22] - ابراہیم ۱۴:۲۷

Ibrāhīm, 14: 27

[23] - صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمها واهلها، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیه واثبات عذاب القبر والتعوذ منه، رقم الحدیث ۷۲۱۹

Muslim, ‘Asākiruddīn Muslim b. al-Ḥajjāj, *Al-Jāmi’ al-Ṣaḥīḥ*, Book: The Book of Paradise, its description, its bounties and its inhabitants, Chapter: The deceased is shown his place in paradise or the fire and confirmation of the torment in the grave and seeking refuge from that, No. 7219

[24] - صحیح مسلم، **کتاب التفسیر، رقم الحدیث**۱۴

Ibid., Book: Commentary on the Quran, No. 14

[25] -واحدی، علی بن محمد، اسباب النزول، ریاض، دارالایمان، ۲۰۰۵، ص ۹۲

Wāḥidī, Ali b. Ahmad, *Asbāb al-Nuzūl*, (Riyad: Dār al-Īmān, 2005), P. 96

[26] -ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء، ۲:۳۳۸

Ibn Sa‘d, Al-*Ṭabaqāt al-Kubrā*, (Beirūt: Dār al-Ṣādir, 1968), 2: 338

[27] - متصل سند والی مرفوع حدیث: محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث،، الریاض: مکتبۃ المعارف،، ص ۱۹

Marfū‘: Hadith with a connected chain of narrators, Maḥmūd al-Ṭaḥḥān, Taisīr Muṣtalaḥ al-Hadith, (Riyad: Maktaba al-Ma‘ārif, n.d.), P. 9

[28] -حاکم، محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، تحقیق السید معظم حسین، المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۷۷ء، ص ۲۰

Ḥākim, Muhammad b. Abdullah, *Ma‘rifah ‘Ulūm al-Hadith*, (Madina: Al-Maktabah al-‘Ilmiyyah, 1977), P. 20

[29] -ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمۃ فی اصول التفسیر، بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۲

Ibn Taimiyyah, *Muqaddimah fī Uṣūl al-Tafsir*, (Beirūt: Dār Maktabah al-Ḥayāt, 1980), P. 12

[30] -المحرر فی علوم القرآن، ص ۱۳۰

Al-Muḥarrar fī ‘Ulūm al-Qur’ān, P. 130

[31] -ابن الصلاح، عثمان بن عبد الرحمن، تحقیق: نور الدین عتر، بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۲ء، ص ۵۰

Ibn Ṣalāh, Usman b. Abdul Rahman, *Muqaddimah Ibn Ṣalāh*, (Beirūt: Dār al-Fikr, 1928), P. 50